رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۴ | ۲۹ ر۔ اگست ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ | مطابق ۲۸ ر شوال ۱۳۳۴ھ ہجری | نمبر ۱۶

مدینۃ المسیح علیہ السلام

الحمد للہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح کی صحت بہت اچھی ہے ۔ حضور نے درس قرآن دینا شروع فرما دیا ہے ۔ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو مسلم پڑھاتے ہیں ۔ یہ بھی درس عام ہوتا ہے ۔

ہفتہ گذشتہ میں مندرجہ ذیل احباب تشریف لائے ۔ حکیم عطا محمد صاحب ۔ لاہور ۔ عبد الحق صاحب گوجرانوالہ ۔ مستری موسیٰ صاحب لاہور ۔ عبد الرب صاحب نو مسلم ۔ الہ آباد ۔ عبد الرحیم صاحب ریاست ٹونک ۔ محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ سید حامد علی صاحب گوجرہ ۔ ماسٹر عبد العزیز صاحب ایمن آباد ۔ مولوی عبد اللہ صاحب سنور ۔ سیال رحمت اللہ صاحب بنگہ ۔ عمرا ۔ نور پور ۔ اخویم وزیر خان صاحب کا نکاح نبی بخش صاحب کلرک دفتر ...

اخبار احمدیہ

دہلی میں تبلیغ احمدیت

مبلغ احمدیت حکیم خلیل احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔

الحمد للہ دہلی میں تبلیغ کی مختلف صورتیں نکل رہی ہیں ۔ "گوندنی والی گلی" دہلی کا ایک محلہ ہے ۔ اسجگہ ہمارے ایک احمدی بھائی مستری اسمٰعیل صاحب رہتے ہیں ۔ محلہ کے لوگوں کی ان سے برابر چھیڑ چھاڑ رہا کرتی تھی ۔ آخر محلہ والوں نے یہ طے کیا کہ تم اپنے مولوی صاحب کو بلاؤ ۔ ہم تمہارے سلسلہ کی باتیں کو سننا چاہتے ہیں ۔ ان میں سے تجمل حسن صاحب محمود حسن صاحب جو کہ اس محلہ میں معزز مانے جاتے ہیں ۔ کی تحریک زیادہ تھی ۔ لیکن جب ان کے والد نذر حسن صاحب نے یہ خبر سنی ۔ تو انہوں نے لڑکوں سے کہا کہ اگر تم اپنے مکان پر وعظ کراؤ گے ۔ تو ہم کان میں روئی ڈال لینگے ۔ اور ہرگز نہ سنینگے ۔ مگر تجمل حسن صاحب کے اصرار پر بتاریخ ۱۰ اگست روز شنبہ دن کے بعد چند احمدی احباب پہنچ گیا ۔ اور ان کے محلہ کے بھی کچھ لوگ جمع ہو گئے ۔ مجھ سے کہا گیا کہ آپ مرزا صاحب کی صداقت کے دلائل سنائیں ۔ اور وفات مسیح کا ثبوت صاف صاف قرآن اور پھر حدیث سے دیں ۔ اسوقت ان کے والد بھی آ بیٹھے ۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگ کر قرآن کریم و احادیث صحیحہ سے وفات مسیح پر تقریر کی ۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا ۔ کہ انہیں ہر شخص نے یہ کہا ۔ کہ اسی طرح مرزا صاحب کے دعویٰ مجددیت و مہدویت نبوت و رسالت پر خوب شرح و بسط سے آپ تقریر کریں ۔ جو کچھ آپ نے بیان کیا ۔ اس سے تو وفات مسیح کھلے کھلے طور پر ثابت ہو گئی ہے ۔ انہوں نے کہا ہم مولویوں کے ساتھ آپ کا مباحثہ کرانا نہیں چاہتے ۔ مگر یہ ضرور کرینگے ۔ کہ اسی طرح انکی ہی تقریر سنیں اور کہیں کہ زیادہ استدلال قرآن سے

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام میں چھپا)

حیات مسیح کے ثبوت میں کریں۔ اگر آپ ہی کی طرح قرآن سے کھلے کھلے استدلال نہ کئے۔ تو ہم سمجھ جائیں گے۔ کہ ہمارے علماء غلطی پر ہیں ؛

میں نے اپنی تقریر میں پہلے ہی سے وہ شبہات جو غیر احمدی علماء پیش کیا کرتے ہیں۔ خود پیش کر کے ان کا جواب بھی سنا دیا ؛

خدا کی شان ہماری تقریر کا زیادہ اثر انہی پر ہوا۔ جو یہ کہتے تھے۔ کہ اپنے کان میں روئی ڈال لوں گا۔ انہوں نے کہا۔ کہ اب وقت زیادہ ہو گیا ہے۔ مگر آپ اس سلسلہ کو بند نہ کریں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ دوسرے اتوار کو بقیہ مضمون سنائیں۔ اور اسطرح تین چار ہفتہ میں مرزا صاحب کی صداقت کے سارے دلائل مجھے سنائیں ؛

اللہ تعالیٰ نے اس طرح تبلیغ کا موقعہ عنایت کیا ہے۔ کہ لوگ اپنے محلہ اور اپنے مکان پر بلا کر خود سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی و دلائل کو سنتے ہیں۔ اور اشتیاق بڑھتا ہے۔ تو خود ہی اور سننے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔ خدا نے چاہا۔ تو آئندہ اتوار کو اور زیادہ آدمی شریک ہوں گے ؛

نماز جنازہ حیدر آباد سندھ سے بھائی نور الدین صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ہماری پلٹن کے صوبیدار صاحب فتح محمد احمدی ۲۲۔ نومبر ۱۹۱۸ء کو کوٹ امارہ کے مورچوں میں جبکہ وہ نئے رنگروٹوں کو کھڑے ہو کر اپنی اپنی جگہ بٹھا رہے تھے۔ اور گولیاں بارش کی طرح برس رہی تھیں۔ سرکار دولت مدار کی نمک حلالی کا ثبوت دیتے ہوئے اور اپنے مرشد و مولا کے ارشادات کی تعمیل کرتے ہوئے سر میں گولی لگ جانے سے جان بحق تسلیم ہو گئے۔ ان کا اور جناب محمد سعید صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ بھاگلپور کی اہلیہ صاحبہ کا جنازہ غائب پڑھا جائے ؛

شہر پشاور سے قاضی محمد یوسف صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ جناب میر ناصر نواب صاحب دورہ کرتے ہوئے پشاور تشریف لائے۔ جماعت ضلع پشاور اور شہر پشاور نے ۱۳ - ۳ - ۷ روپے بطور چندہ ہسپتال نذر میں دیا ہے۔ مردان اس سے علیحدہ ہے۔ اور اس علاقہ میں نہایت سخت طوفانی بارش ہوئی ہے۔ جس سے بہت نقصان ہوا ہے ؛

میدان جنگ سے ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یہاں ٹیچنگز آف اسلام اکثر احباب نے پڑھی ہے۔ جن میں سے زیادہ تر انگریز صاحبان ہیں۔ انہوں نے نہایت پسند کی ہے۔ اور اسلام کی بہت سی غلط فہمیاں ان کے دل سے دور ہو گئی ہیں ؛

مبلغ احمدیت۔ قاضی عبد اللہ صاحب بی اے بی ٹی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے مین وسط لنڈن میں نئی جگہ ۷۵ روپے ماہوار پر لی ہے۔ جس میں نماز باجماعت کے لئے گنجائش ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ احمدی احباب وہاں نماز پڑھا کریں گے نئے مکان کا یہ پتہ ہے ؛

Ahmadiyyah muvement
41 Great Russell street
London . w.c

سعی مشکور چوہدری فضل اللہ رکھا ولد چوہدری تھو خان نمبردار سکرٹری انجمن احمدیہ ۹۹ شمالی علاقہ سرگودہا و مولوی عبد الرحمن صاحب مبلغ علاقہ سرگودہا کی سعی جمیلہ سے علاقہ سرگودہا کا فصلانہ چندہ قریباً چھ سو روپیہ نقد اور کچھ زیور نقرئی طلائی وصول ہوا۔ اور کچھ انجمنیں بھی قائم ہوئیں۔ اگر دوسرے سکرٹری صاحبان بھی اپنے اپنے مبلغوں کے ہمراہ دورہ کر کے وصولی چندہ کا انتظام کریں۔ تو بہت کچھ وصولی چندہ میں ترقی کی امید ہے ؛

مستورات کی دینی ضروریات کا انتظام

مستورات کے متعلق شائع ہونے والے پرچہ کی نسبت ہم گذشتہ پرچہ میں مفصل اعلان کر چکے ہیں۔ اب مکرر مختصراً یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اس میں کن کن امور کے متعلق مضامین شائع کرنے کا خاص انتظام کیا جائیگا ؛

۱۔ مسائل دینیہ کے متعلق خواہ عقاید کے متعلق ہوں۔ خواہ اعمال کے متعلق۔ (۲) تعلیم دنیاوی کے متعلق۔ ۳۔ تمدن کے متعلق۔ ۴۔ امور خانہ داری کے متعلق۔ ۵۔ مرد و عورت کے تعلقات کے متعلق۔ ۶۔ حفظ صحت کے قواعد کے متعلق۔ ۷۔ عورتوں میں احساسات مذہبی پیدا کرنے کے لئے۔ ۸۔ تربیت اطفال کے متعلق۔ ۹۔ حفاظت اطفال کے متعلق۔ ۱۰۔ اخلاق حسنہ و دیگر کے متعلق ؛

ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ مضامین اپنے رنگ میں بالکل نرالا ہوگا۔ اور اس کے فضل سے عورتوں کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ مردوں کے لئے بھی انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا ؛

اس ضمیمہ کا حجم ۲۰ صفحہ اخبار الفضل کے برابر ہوگا۔ قیمت خریداران الفضل سے عہ سالانہ اور دیگر خریداران سے ۳؎ سالانہ لیجائے گی۔ خریداران الفضل کی ذیل میں ان کی بیویاں بھی شامل ہوں گی بیٹے اگر وہ اس ضمیمہ کو خریدنا چاہینگی۔ تو ان سے بجائے ۳؎ روپیہ قیمت کے عہ لئے جاوینگے خریداران الفضل درخواست بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری تحریر فرما دیں ؛

اس ضمیمہ کے ذریعہ سے عورتوں میں مضمون نویسی کی عادت ڈالنے کی کوشش بھی کیجائیگی جسکے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمکو ایک مفید تجویز سمجھائی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ اگر اس پر عمل کرینگی عورتوں نے کوشش کی تو بہت جلد بہت سی عورتوں میں مضمون نویسی کا ملکہ پیدا ہو جائیگا۔ چونکہ کسی جماعت کی ترقی میں عورتوں کا بھی بہت کچھ دخل ہوتا ہے اور ہماری جماعت کی عورتیں ابھی بہت کچھ پیچھے ہیں اسلئے ہم امید کرتے ہیں کہ عورتوں کے علاوہ مرد بھی اس ضمیمہ کی خریداری کے لئے خاص طور پر کوشش کرینگے۔ پہلا ضمیمہ نمونہ کے طور پر الفضل کے ساتھ بلا امتیاز خریدار و غیر خریدار شائع ہوگا۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ خریداران الفضل اسے کثرت سے عورتوں اور مردوں میں پھیلا کر اسکے خریدار پیدا کرنیکی کوشش کرینگے چونکہ اس ضمیمہ کے متعلق عورتوں میں دلچسپی پیدا کرنے کیلئے ہمیں اسکی ظاہری خوبصورتی کیلئے بھی انتظام کرنا پڑیگا۔ اسلئے اسکے متعلق حسب حیثیت خریدار اگر قیمت سے کچھ زائد بھی دینا چاہیں تو خوشی سے قبول کیا جاویگا۔ خریداروں کی درخواستیں بہت جلد بنام مینجر الفضل کے نام آنی چاہئیں قیمت بہرحال پیشگی لیجاویگی۔ ہاں خریداروں کی آسانی کے لئے یہ قاعدہ رکھا گیا ہے کہ بذریعہ اجائے قیمت سالانہ بجائے یکمشت ادا کرنیکے دو قسطوں میں ادا کرسکتے ؛

خاکسار ایڈیٹر الفضل حسب ہدایت مالکان الفضل۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۱۶ء

قانون رسم ورواج

اور

مسلمانان پنجاب

(نمبر اول)

اس زمانہ میں چونکہ مسلمان دین اسلام کو چھوڑ دینے کی وجہ سے صرف دنیا کے ہو رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے شریعت اسلام کی بجائے رسم ورواج کے مطابق اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے میں دنیاوی طور پر فائدہ سمجھا۔ اور شریعت کو ترک کرنے کے وقت اس کے وبال کیطرف خیال بھی نہ کیا لیکن آج کوئی ان کی حالت دیکھے۔ اور پتہ لگائے۔ کہ جس غرض اور مدعا کو اپنے دل میں رکھ کر انہوں نے ترک شریعت اسلامیہ کا مذموم فعل کیا تھا۔ وہ کہاں تک پورا ہوا ہے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ اگر ہم نے اپنے آپ کو شریعت کا پابند قرار دیا۔ تو اسطرح ہمیں اپنی لڑکیوں۔ بہنوں اور دیگر رشتہ دار مستورات کو بھی جائداد سے حصہ دینا پڑیگا اور اسطرح جائداد ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دوسروں کے قبضہ میں چلی جائیگی۔ انہوں نے اس نقصان اور خطرہ سے بچنے کا آسان طریق یہ نکالا۔ کہ شریعت کو ہی جواب دیدیا اور سمجھا۔ کہ اسطرح اگرچہ احکم الحاکمین کے حکم کی تحقیر اور ناقدری تو ہوگی۔ مگر دنیاوی طور پر نقصان برداشت کرنے سے محفوظ رہینگے۔ کہ یہی ہمارا مقصود ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور فضول ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ کے روسے تقسیم وراثت کرنے سے چونکہ لڑکیوں کو بھی حصہ دینا پڑتا ہے۔ اور اسطرح گویا اپنی جائداد کو دوسروں کے حوالہ کرکے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر ایک لڑکی اپنے حصہ کی جائداد دیگر خاندان میں لے جائیگی۔ تو بھی تو ہوگا کہ لڑکا کسی اور خاندان سے جائداد لے آئیگا۔ کوئی یہ کہے کہ اگر لڑکا نہ ہو۔ صرف لڑکیاں ہی ہوں تو نقصان ہوگا۔ اسے دیکھنا چاہیئے کہ جائداد اسی لئے ہوتی ہے کہ اولاد اس سے فائدہ اٹھائے۔ لیکن اگر کوئی لڑکا ہو ہی نہ اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا جائے تو صاحب جائداد کے مرنے کے بعد اس سے کون فائدہ اٹھائیگا۔ کیا اسطرح تمام جائداد غیروں کے قبضہ میں نہیں چلی جائیگی۔ ضرور جائے گی۔ جیسا کہ اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اور آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ کیا اس کی نسبت یہ اچھا اور مناسب نہیں ہے۔ کہ باپ اپنی بیٹیوں کو اپنے ہاتھ سے ان کا حصہ دیدے کہ ان کا غیروں کی نسبت اسپر بہت زیادہ حق ہے۔ پھر اگر والدین کا سایہ ان کے سر سے اٹھ جائے۔ تو وہ لڑکوں کی نسبت قدرتی طور پر امداد کی بہت زیادہ محتاج ہوتی ہیں۔ ایک لڑکا محنت مزدوری کرکے اپنا پیٹ پال سکتا ہے۔ لیکن ایک لڑکی میں فطری طور پر اتنی ہمت نہیں ہوتی ایک لڑکا دو انگل کی لنگوٹی میں اپنا ستر ڈھانپ سکتا ہے۔ لیکن لڑکی کے لئے سر سے لیکر پاؤں تک کے لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلئے وہ بہ نسبت لڑکے کے زیادہ مستحق امداد ہے۔ لیکن کسقدر رنج اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ مسلمانوں نے اپنی لڑکیوں کی غربت اور مسکینی اور بے کسی کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور اپنے ننگ وناموس پر خاک ڈالتے ہوئے یہ تو پسند کر لیا ہے۔ کہ ان کے بعد ان کی جائداد سے دوسرے مزے کریں۔ اور مال مفت دل بے رحم کا نظارہ دکھائیں۔ لیکن یہ گوارا نہیں کیا۔ کہ ان کی عزت وآبرو کی پتلیاں اس سے کچھ فائدہ اٹھائیں۔ اور ان کے ذکر خیر کو ورد زبان رکھیں۔ اگر یہ لوگ اپنے دل میں کچھ بھی خوف خدا رکھتے۔ اور ذرا بھی خشیت اللہ سے واقف ہوتے تو جائداد کی تقسیم کا جو طریق خدا تعالےٰ نے اپنے صحیفہ مقدس میں مقرر فرمایا تھا۔ اس سے ذرا بھی انحراف نہ کرتے۔ بلکہ بڑی خوشی اور فراخدلی سے اسپر عملدرآمد کرتے۔ کہ ان کے پیش نظر خدا تعالےٰ کا وہ وعدہ ہوتا۔ جو نہایت واضح طور پر اپنی حقیقت اسطرح ظاہر کر رہا ہے۔ کہ تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا۔ وذالک الفوز العظیم (۴۔ ۱۷) خدا تعالےٰ نے پہلے ترکہ کے حصص مقرر فرما کر اسکے بعد فرمایا ہے۔ کہ یہ جو ہم نے حصص مقرر کئے ہیں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ جو کوئی ان کا لحاظ رکھیگا۔ گویا وہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے گا۔ اور اس اطاعت کا اُسے یہ بدلہ دیا جائیگا۔ کہ اس کو اللہ ایسے باغات میں داخل کریگا۔ یا ایسے باغات کا مالک بنا دیگا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور اس قسم کے لوگ ایسے ہی باغوں میں رہیں گے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ اللہ کیا ہی دل خوش کن اور امید افزا وعدہ ہے۔ اور کیا ہی عمدہ جزا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کرنے اور اپنی خواہشات کو اس کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔ لیکن افسوس غافل اور نادان مسلمانوں نے اس خدا کے وعدہ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ جو سب سے زیادہ صادق الوعد ہے۔ حالانکہ ان کے سامنے ایسی نظیریں بھی موجود تھیں۔ کہ جنھوں نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت شعاری کی۔ انہیں اسی دنیا میں جنت نصیب ہوگئی۔ اور وہ باغات کے مالک بن گئے۔ مسلمانوں نے چونکہ نہ خدا کی اور نہ اس کے رسول کی پرواہ کی۔ اور نہ ہی کسی نظیر اور نمونہ سے فائدہ اٹھایا۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ اپنا وہ وعید پورا کرے۔ جو اس وعدہ کے ساتھ ہی اسطرح بیان فرما دیا تھا۔ کہ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا۔ ولہ عذاب مھین (۴۔ ۱۸) جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کے احکام کی نافرمانی کرے۔ اور اللہ کی مقرر کردہ حدود سے گذر جائے۔ ایسے شخص کو اللہ آگ میں داخل کرے گا۔ جس میں اسے رہنا پڑے گا۔ اور اس کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

اس وقت جا کر ان مسلمانوں کی حالت دیکھو اور ان سے پوچھو کہ جنھوں نے خدا کی مقرر کردہ حدود (تقسیم وراثت) میں اعتدا کی۔ اور ان سے گذر گئے۔ کہ کیا کچھ گذری ہے۔ خدا تعالےٰ کا ان سے وعدہ تھا۔ کہ اگر تم اپنی جائدادوں کو اس طریق سے تقسیم کروگے۔ جو ہم نے مقرر کئے ہیں۔ تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہم تمہیں ایسے باغات کا مالک بنا دیں گے۔ جو نہروں سے سیراب ہوتے ہوں گے

لیکن انہوں نے بدبختی سے خدا کے وعدہ کو جھوٹا سمجھا۔ اور اپنے نفس کے دھوکہ میں آکر کہدیا کہ خدا تو جب بات دیکھا۔ دیکھا جائیگا۔ ہمارے قبضہ میں جو کچھ ہے۔ اسے ابھی ہی کیوں چلنے دیں۔ اور کیوں نہ جسطرح بھی ہو سکے اسے مضبوط پکڑے رکھیں۔ مگر اس بات کو بھول گئے اور جو قومیں تباہی اور ہلاکت کے گڑھے میں گرا کرتی ہیں ہمیشہ سے یہ بات بھولتی آئی ہیں۔ کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے یہ سب کچھ خدا کا ہی دیا ہوا ہے۔ اس میں ہماری کسی محنت اور کوشش کا دخل نہیں۔

اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خدا تعالے کا غضب ان پر بھڑکا۔ تا انہیں دکھلائے۔ کہ تم کیا اور تمہاری اوقات کیا۔ لو ہمنے تم کو کچھ دیا تھا۔ وہ ہم واپس لیتے ہیں اب تم اپنی قوت بازو کے زور سے اگر اسے اپنے قبضہ میں رکھ سکتے ہو۔ تو رکھ کر دکھاؤ۔

کیسی ہی بدقسمت ہے وہ قوم جو خدا تعالے کے احکام کی ناقدری کرکے اس کو اپنے اوپر ناراض کرلے۔ اور کیسی ہی بدبخت ہے وہ قوم جو اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے خدا تعالے کا غضب اپنے اوپر بھڑکالے۔ کیونکہ خدا تعالے کا غضب بڑا ہی سخت ہے۔ اور خاصکر اس وقت جبکہ پہلے سے اطلاع ہوچکی ہو۔ کہ اگر اصلاح کروگے۔ تو اس غضب کے مورد ہوگے۔

مسلمانوں نے باوجود اس بات سے آگاہ ہونے کے کہ اگر ہمنے خدا کے مقرر کردہ حصص کی حدود سے تجاوز کیا۔ تو ہم دوزخ کی آگ میں داخل کردئے جائینگے۔ اور ذلیل ورسوا ہوجائینگے۔ لیکن انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اسلئے وہ وقت آگیا۔ کہ خدا ان نافرمانوں اور خود سروں کو اپنے وعید کا مزا چکھائے۔ چنانچہ ہرجگہ دیکھ لو۔ مسلمانوں کی کیا حالت ہے۔ کیا اس وقت دنیا کے تختہ پر ان نام کے مسلمانوں سے زیادہ کوئی اور قوم بھی ذلت آلام ہے۔ کیا اس زمانہ میں صفحہ عالم پر ان سے بڑھکر بھی کوئی اور قوم شکار مصائب ہے۔ اسکا جواب ہم نہیں دیتے جن کے سر پر پڑی ہے۔ وہ خود زبان حال سے "نہیں نہیں" کہہ رہے ہیں۔

خدا تعالے کے اس وعید کا دوسرا پہلو یہ تھا۔ کہ ولہٗ عذاب مہین۔ ایسے شخص کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا اس کو دیکھ لو کسطرح پورا ہورہا ہے۔ مسلمانوں نے اگرچہ خدا اور اسکے رسول کے احکام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی بحث جگہ لڑکیوں اور دوسرے شریک بہنوں کو تو ورثہ سے ایک دمڑی دینا بھی گوارا نہ کیا۔ لیکن نتیجے جائدادوں کو نہایت ذلت اور رسوائی سے سب کچھ لٹا دیا۔ اور خود بہت بدتر حالت میں ہوگئے۔ ساری کی ساری جائدادیں قرضہ اور سود میں تباہ کر ڈالیں۔ لیکن پھر بھی آرام اور اطمینان کی زندگی نصیب نہ ہوئی تھی نہ ہوئی۔ بلکہ روز بروز حالت رسوائی اور ذلت سے بدتر ہوتی گئی۔

یہ کوئی دور کے واقعات نہیں جس کسی کو شک ہو۔ وہ خود ہر ایک شہر قصبہ اور گاؤں میں جاکر دیکھ لے۔ کہ مسلمانوں کی کیا حالت ہے۔

ایسا کیوں ہوا؟ اسلئے کہ انہوں نے شریعت اسلامیہ کو چھوڑ دیا۔ کاش یہ لوگ اب بھی سمجھ جائیں۔ اور آئندہ اپنی اصلاح کریں لیکن ان کا سنبھلنا اس وقت تک مشکل ہی نہیں۔ بلکہ ناممکن ہے جبتک یہ خدا تعالے کے فرستادہ حضرت مسیح موعود کو قبول نہ کریں۔ کیونکہ ایک ایسا گم گشتہ راہ مسافر جو لق ودق جنگل اور دشوار گذار بیابان میں بھٹک رہا ہو۔ اسکے لئے جبتک کوئی راہ نما نہ آئے۔ وہ کبھی سیدھا راستہ اختیار نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں مسلمان ایک وسیع میدان میں رستہ سے بھٹکے ہوئے پھررہے ہیں اسلئے جب تک وہ کسی راہ نما کے پیچھے نہ لگینگے۔ راہ راست پر نہیں آسکینگے۔

اب ان کا راہ نما حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہے۔ جس کو خدا تعالے نے دنیا کی راہ نمائی کے لئے بھیجا ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں خدا کے اس فرستادہ کے پہچاننے کی توفیق رفیق ہوئی۔ کہ انہیں کی سہولت و آرام کیلئے خدا کے فضل سے ایسے سامان پیدا ہورہے ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ امید کی جاسکتی ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ پر عمل درآمد کرنا آسان ہوجائیگا۔ اور کوئی روک حائل نہ ہوسکیگی۔

اسکے متعلق ہم آئندہ وضاحت سے لکھیں گے۔

کیا پیغامیوں کے نزدیک مولوی محمد احسن صاحب فرشتہ ہیں

پیغام ۲۲۔ اگست ۱۹۱۶ء میں مجھ سے سوال کیا گیا ہے کہ کیا آپ مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب کو فرشتہ نہیں سمجھتے؟ پیشتر اسکے کہ ہم اسکا کچھ جواب دیں اہل پیغام کے ہی ان الفاظ کو درج کرتے ہیں جو آج سے بہت پہلے انہوں نے لکھے تھے۔ اور جو ان کی تسلی کیلئے کافی ہونگے پیغام ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۳ء میں ایک مضمون لکھا گیا تھا۔ جو بہ "اجمل جواب اور شافی ہے"۔ وہاں یہ بھی ہے کہ مسیح موعود نے جن دو فرشتوں کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے نزول فرمایا ہے وہ کون ہیں کبھی کسی کو پیش کیا جاتا ہے کبھی کسی کو فیصلہ کے لئے سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعود کی تحریر دیکھی جائے کہ وہ دو فرشتے کن کو ٹھہراتے ہیں۔ اسکے لئے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۔ وصفحہ ۳۱ کو غور سے پڑھنا چاہئے۔ حضرت اقدس نے جہاں مسیح موعود کی دو علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ وہاں فرماتے ہیں۔

"یاد رہے کہ مسیح موعود کی علامتوں میں سے یہ لکھا ہے کہ (۱) وہ دو زرد چادروں کے ساتھ اتریگا۔ (۲) اور نیز یہ کہ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا"۔ اسکے بعد باقی کی آٹھ علامتیں بیان فرماکر اور دو زرد چادروں کی تشریح کرکے حضور علیہ السلام دو فرشتوں کی بابت جن کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضور کا نزول ہوا یوں بیان فرماتے ہیں اور دو فرشتوں سے مراد اسکے لئے دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر اسکی اتمام حجت موقوف ہے۔ (۱) ایک وہی علم متعلق عقل اور نقل کے ساتھ اتمام حجت جو بغیر کسب اور اکتساب کے اسکو عطا کیا جائیگا۔ (۲) دوسری اتمام حجت نشانوں کے ساتھ جو بغیر انسانی دخل کے خدا کی طرف سے نازل ہونگے۔ اور دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھکر اُسکا اترنا اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسکی ترقی کے لئے غیب سے سامان میسر ہونگے اور انکے سہارے سے کام چلیگا۔ اور میں اس سے پہلے ایک خواب بیان کرچکا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں دی گئی ہے۔ جسکا قبضہ تو میرے ہاتھ میں ہے اور نوک اسکی آسمان تک ہے۔ اور میں دونوں طرف اسکو چلاتا ہوں۔ اور ہر ایک طرف چلانے سے صدہا انسان قتل ہوجاتے ہیں جسکی تعبیر خواب ہی میں ایک شخص نے یہ بیان کی کہ یہ اتمام حجت کی تلوار ہے اور دہنی طرف سے مراد وہ اتمام حجت ہے جو بذریعہ نشانوں کے ہوگا۔ اور بائیں طرف سے وہ اتمام حجت مراد ہے جو بذریعہ عقل اور نقل کے ہوگا۔ اور یہ دونوں طور کا اتمام حجت بغیر انسانی کسب اور کوشش کے ظہور میں آئیگا"۔ یہ ہے مسیح موعود کا اپنا فیصلہ اب لوگ جسکو مرضی چاہے فرشتہ بنادیں کوئی کسی کی زبان نہیں پکڑ سکتا۔ ممکن ہے حضرت مسیح موعود نے پہلے کبھی کسی کی نسبت اعتباری طور پر فرشتہ لکھا ہو۔ مگر بعد میں حضرت نے اپنے رویا صادقہ کی بنا پر جو اوپر حضور نے مفصل ہی بیان فرما دی ہے۔ فرشتوں سے جو کچھ حقیقی طور پر مراد تھا۔ صاف صاف بیان فرما دیا ہے۔ گر دیر نہ کسل است ہمیں قدر بس است۔ کیا اہل پیغام اب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صفحہ بالا تحریر کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہونگے۔ اور ابھی اس طلسم کو درست اور صحیح مانیں گے۔ یا حسب عادت اسپر بھی پانی پھیر دینگے۔ ہمارے متعلق تو بہرحال ہمیں یہی ہونا چاہئیے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے رویا صادقہ کے خلاف کچھ اعتقاد نہ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تبلیغ احمدیت کے آسان طریق

"حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح ثانی کی وہ تقریر جو حضور نے ۸۔ اگست [illegible] کو طلباء ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ کے لئے بعد از نماز عصر فرمائی" (ایڈیٹر)

پچھلے سال ایام رخصت کے موقعہ پر میں نے بیان کیا تھا۔ کہ ہمارے عقائد کوئی نئے عقائد نہیں۔ ہماری جماعت کوئی نیا مذہب یا کوئی نیا دین دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتی۔ لیکن باوجود اس کے کہ تیس سال سے بھی زیادہ عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کو ہو گیا ہے۔ پھر بھی اب تک غیر ممالک کا تو ملنا ہی الگ ہے۔ اسی پنجاب میں جہاں خدا کے فضل سے ہزاروں سے گذر کر لاکھوں انسانوں تک ہماری جماعت پہنچ چکی ہے۔ بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ مرزائیوں نے نیا کلمہ۔ نیا قرآن اور نیا دین بنا لیا ہے۔ جب پنجاب کا ہی یہ حال ہے۔ تو دور کے ممالک کا تو اس سے بھی خراب ہوگا۔

ایک شیعہ مجتہد کے معلومات سلسلہ احمدیہ کے متعلق

چنانچہ جب ہمارے آدمی حیدرآباد دکن میں تبلیغ کے لئے گئے۔ تو وہاں ایک بڑے مجتہد سے ان کی گفتگو ہوئی۔ وہ جنوبی ہند کے تمام شیعوں کا سرگروہ تھا۔ شیعوں میں قاعدہ ہے۔ کہ ان کا ایک ایسا گروہ ہوتا ہے۔ جسکے احکام کے وہ پابند ہوتے ہیں۔ اس سے ملنے کے لئے جب ہمارے آدمی گئے۔ اور اسلام کی حالت پر گفتگو کی۔ کہ اسلام کی موجودہ نازک حالت بتلا کر اسے اپنے سلسلہ کی طرف توجہ دلائیں۔ اور بتلائیں۔ کہ اس زمانہ میں مسیح موعود کے آنے کی کیسی ضرورت ہے۔ لیکن اس نے خود ہی گفتگو کرتے کرتے کہا۔ آجکل اسلام کی سخت نازک حالت ہو رہی ہے۔ دن بدن تفرقہ بڑھتا جاتا ہے۔ کئی فرقے نکل رہے ہیں۔ آپنے بھی ایک فرقہ قادیانی سنا ہوگا۔ یا آپ اسکی کہاں واقف ہوں گے۔ وہ پنجاب میں ایک نئی جماعت نکلی ہے۔ اس نے اپنا نیا قرآن بنا لیا ہے اور نیا ہی کلمہ ایجاد کر لیا ہے۔ ہمارے آدمیوں نے کہا اچھا کوئی ایسی جماعت بھی نکلی ہے۔ جس نے نیا قرآن اور نیا کلمہ گھڑ لیا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں وہ ایک قادیانی جماعت ہے۔ انھوں نے کہا کیا جناب نے اس جماعت کا بنایا ہوا نیا قرآن دیکھا ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے تو نہیں دیکھا لیکن میرے ایک نہایت معتبر دوست نے مجھ سے ذکر کیا ہے۔ اور وہ قرآن ان کے پاس موجود ہے۔

سلسلہ احمدیہ کے متعلق غلط فہمی کے شکار

اس سے سمجھ لو۔ کہ ہمارے متعلق لوگوں کے کیا خیالات ہیں۔ بعض دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ بعض سادہ طبع احمدی بھی غیر احمدیوں کی اس قسم کی باتوں کو سن کر ہم سے اس کی تصدیق چاہتے ہیں۔ گویا غیر احمدیوں کو ہمارے متعلق اتنا دھوکہ لگا ہوا ہے۔ کہ وہ احمدیوں کو بھی دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں۔ کہتے ہیں عرب میں ایک پاگل تھا۔ اس کو چھوٹے چھوٹے لڑکے بہت ستایا کرتے تھے لڑکوں کی عادت ہے۔ کہ اس قسم کے مخبوط الحواس انسان کو دل لگی کے طور پر چھیڑا کرتے ہیں۔ حالانکہ سب بیماروں سے بڑھکر اس قسم کے بیمار کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ کیونکہ دوسرے بیمار اپنی حالت کی نسبت کچھ نہ کچھ تو جانتے ہیں۔ لیکن وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ میری کیا حالت ہے۔ اس لئے بہت ہی قابل رحم ہوتا ہے اور اسکی حالت بہت ہی قابل خوف ہوتی ہے۔ مگر لوگوں میں یہ مرض ہے۔ کہ جو سب سے زیادہ خطرناک مریض ہوتا ہے۔ اس سے بجائے عبرت حاصل کرنے کے ہنستے اور دل لگی کرتے ہیں۔ تو اس کے پیچھے لڑکے پڑے رہتے تھے۔ وہ فاطر العقل سا تھا۔ جب بہت تنگ ہوتا۔ تو اپنی جان چھڑانے کے لئے لڑکوں کو کہہ دیتا۔ کہ آج فلاں امیر کے ہاں دعوت ہے۔ وہاں دوڑ جاؤ۔ لڑکے اسے چھوڑ کر ادھر دوڑ پڑتے۔ جب وہ چلے جاتے تو سوچتا۔ کہ میں نے لڑکوں کو جھوٹ بولکر یہ تو کہدیا ہے۔ کہ وہاں دعوت ہے۔ جاؤ۔ لیکن کیا ممکن نہیں۔ کہ واقعہ میں وہاں دعوت ہو بھی۔ اس صورت میں تو وہ خوب دعوت اڑائیں گے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ میں ان سے مار بھی کھاؤں اور پھر وہ میری بتائی ہوئی جگہ سے دعوت بھی کھا آئیں اور میں محروم ہی رہوں۔ یہ سوچ کر وہ بھی ادھر ہی دوڑ پڑتا۔ لیکن وہاں کچھ بھی نہ ہوتا۔ لڑکے چونکہ دعوت کے نہ ملنے کی وجہ سے پہلے سے ہی غصہ میں ہوتے۔ جب وہ خود ہی ان کے قبضہ میں چلا جاتا۔ تو پھر خوب پیٹتے۔

تو بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جھوٹ بنانے والے کم عقلی اور ناواقفیت کی وجہ سے خود بھی دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ غور کرتے تو کبھی ہیں مخالفین کا کہنا صحیح اور درست بھی مان لیتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ایک معزز آدمی کہہ رہا ہے۔ اس کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ ممکن ہے سچ ہی ہو۔ اس لئے جھٹ خط لکھ دیتے ہیں۔ کہ ہمیں بتایا جاوے۔ کہ احمدیوں کا کیا کلمہ ہے۔ اور کونسا قرآن ہے۔ چونکہ بعض احمدی اس قسم کے دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ اور اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں اس کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہوں۔

ہمارا مذہب

اس بات کو خوب یاد رکھو۔ کہ ہمارا خدا ہماری کتاب ہمارا رسول وہی ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ اور جو تعلیم آنحضرت صلعم لائے تھے اس سے ایک شوشہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زیادہ یا کم نہیں کیا۔ حضرت مسیح ناصری نے کہا تھا۔ کہ

"یہ خیال مت کرو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیگا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو"۔ (متی باب آیت ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹)

مگر زمین و آسمان کی موجودگی میں ہی بائیبل کا ایک شوشہ چھوڑ سب کچھ مٹ گیا۔ یعنے قرآن کریم آگیا۔ اور اس نے آکر اسے مٹا دیا۔ اب ہمیں یہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت مسیح کے یہ کہنے سے کہ "جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیگا"۔ یہ مراد نہ تھی۔ کہ یہ مادی زمین و آسمان جب تک نہ ٹلینگے۔ اس وقت تک توریت کا ایک شوشہ بھی نہ ٹلیگا۔ بلکہ یہ مراد تھی۔

کہ ہرایک نبی کے وقت جو زمین اور آسمان نیا بنایا جاتا ہے۔ وہ جب تک قایم رہیگا۔ اس وقت تک توریت بھی قایم رہیگی۔ اور جب وہ ٹل جائیگا۔ تو بائبل بھی مٹ جائیگی ؎

نئی زمین نیا آسمان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی کشف میں دکھایا گیا تھا۔ کہ آپنے نئی زمین اور نیا آسمان بنایا ہے! مخالفوں نے اس پر اعتراض کیا۔ اور کہا۔ کہ زمین و آسمان نیا کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن دراصل انھوں نے اس بات کو نہیں سمجھا۔ کہ نبی کے وقت نئی زمین اور نیا آسمان بنایا جاتا ہے۔ اصل میں یہ ایک محاورہ ہے۔ اسی محاورہ کو حضرت مسیح ناصری نے استعمال کیا ہے۔ اگر اعتراض کرنے والے دیکھتے۔ کہ پہلے مسیح نے بھی یہی کہا تھا۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا نہ ٹلیگا"۔ لیکن یہ زمین اور آسمان تو اسی طرح موجود ہے۔ جس طرح پہلے تھے۔ حالانکہ توریت بالکل مٹ گئی۔ کیا انھوں نے جھوٹ کہا تھا۔ نہیں۔ بالکل درست کہا تھا۔ لیکن اسکا وہ مطلب نہیں تھا۔ جو سمجھا گیا۔ بلکہ یہ تھا۔ کہ نبی کے ذریعہ جو ایک نیا سلسلہ قایم کیا جاتا ہے۔ اسکو انھوں نے آسمان اور زمین سے تعبیر کیا ہے۔ اور ان کے کہنے سے اسرائیلی سلسلہ مراد تھا۔ یعنی انھوں نے کہا۔ کہ جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ اس وقت تک بائبل بھی چلیگی۔ لیکن جب یہ بدل دیا جائیگا۔ اس وقت بائبل بھی بدل دی جائے گی۔ چنانچہ بائبل کے الفاظ سے بھی یہی نکلتا ہے۔ اور واقعات اسی کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ جب تک اسرائیلی نبی آتے رہے۔ وہ ان کو تورات پر ہی چلاتے رہے۔ اور توریت میں انھوں نے کچھ کم و بیش نہ کیا۔ لیکن جب ان کا آنا بند ہوگیا تو تورات بھی مٹ گئی۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے محاورہ اور اصطلاح کے طور پر فرمایا تھا۔ کہ جب تک زمین اور آسمان ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیگا۔ ورنہ واقعہ میں ان کے کہنے سے موجودہ زمین و آسمان سے ٹلانا مراد نہ تھی۔ مگر

تعلیم اسلام اکمل ہے

ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تعلیم لائے ہیں۔ اس کے متعلق تو ہم انہی معنوں میں جو ظاہری الفاظ سے نکلتے ہیں۔ کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب تک یہ زمین ہے۔ جسپر انسان چلتے پھرتے ہیں۔ اور جب تک یہ آسمان ہے۔ جو انسانوں کے سروں پر ہے۔ اور جب تک ہے۔ اور جب تک بنی نوع انسان موجود رہیں گے۔ کوئی شخص اس تعلیم کو مٹا کر نئی تعلیم نہیں لا سکتا۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین موجود ہے۔ قرآن کریم بھی موجود رہے گا۔ لیکن ہمارے اور حضرت مسیح کے کہنے میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ ان کی زمین و آسمان سے صرف اسرائیلی سلسلہ مراد تھی۔ لیکن ہمارے نزدیک کوئی ہو۔ جب تک بنی نوع انسان موجود ہے۔ اس کے لئے خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرے۔ اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جوا اپنی گردن پر رکھے۔ تو ہمارا کلمہ وہی ہے۔ کتاب وہی ہے۔ رسول وہی ہے ؎

احمدیوں اور غیر احمدیوں میں فرق۔

پھر فرق کیا ہے۔ یہی کہ چونکہ اس تعلیم اور اس کتاب کے اس مفہوم کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوا تھا۔ لوگوں نے بگاڑ دیا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے اس زمانہ میں ایک نبی آیا۔ تا اس کے ذریعہ وہ ایمان اور یقین حاصل ہو سکے۔ جو سچے اور راستباز لوگوں کو ہوا کرتا ہے۔ اور تا شریعت میں جو غلط عقاید داخل ہو گئے ہیں۔ ان کو نکال کر دور کر دیا جائے۔ یہی وہ کام ہے۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے ہیں۔ ورنہ آپ کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ اور نہ کوئی نیا کلمہ بنایا ہے۔

پس اب بھی ہمارے پاس وہی اسلام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ تو بجائے اس کے کہ کوئی تمہیں یہ کہے۔ کہ تم نے کوئی نیا دین بنا لیا ہے۔ تم اسے کہو۔ کہ ہمارا تو یہ دعوےٰ ہے۔ کہ ہم نے وہی پرانا دین قایم کیا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے ؎

ہمارا مذہب نیا ہے یا غیر احمدیوں کا

اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ میں ایک نیا دین نہیں۔ بلکہ کئی نئے دین پیدا ہو گئے تھے۔ اس زمانہ کے مولویوں۔ صوفیوں۔ امرا۔ اور نیچریوں کے ذریعہ کئی قسم کے نئے دین قایم ہو گئے تھے۔ اور حقیقی اسلام مٹ گیا تھا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب اس لئے نہیں آئے تھے۔ کہ یہ بھی کوئی نیا دین قایم کریں۔ بلکہ اس لئے آئے تھے۔ کہ وہی پرانا دین قایم کریں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قایم ہوا تھا۔ پس ہم پر یہ الزام نہیں آسکتا۔ کہ ہم نے نیا دین بنا لیا ہے۔ بلکہ انکا الزام آتا ہے۔ تو ان لوگوں پر ہی۔ کہ جنھوں نے نیا دین گھڑ لیا ہے پس ہمارا جو دین ہے۔ وہ وہی پرانا ہے جو آج سے تیرہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ ہوا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ آجکل کے انگریزی خواں مولویوں اور مسلمانوں کو طنزاً کہتے ہیں۔ کہ ان کا مذہب اولڈ فیشن ہے۔ حالانکہ وہ یہ بات نہیں کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ان کی بجائے مولوی لوگ ہمیں کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک نیا دین بنا لیا ہے۔ اور انگریزی خوان ان کو کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے پرانا دین پکڑا ہوا ہے حالانکہ مولویوں کے پاس آجکل کا تازہ بتازہ اور نو بنو مذہب ہے۔ اور ہمارے پاس وہی۔ جسکو تیرہ سو سال گذر چکے ہیں اگر یہی مذہب مولویوں کا بھی ہوتا۔ جو ہمارا ہے۔ تو کبھی کسی انگریزی خوان کو ان پر ہنسی کا موقعہ نہ تھا۔ جیسا کہ ہم اس بات کا نمونہ موجود ہیں۔ لیکن ان دونوں گروہوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ مولوی صاحبان تو پرانے کو نیا کہتے ہیں اور انگریزی خوان نئے کو پرانا ؎

کہتے ہیں۔ کوئی شخص سید کہلاتا تھا۔ کسی عدالت میں جو پیش ہوا۔ تو اس کے متعلق کہا گیا۔ کہ یہ سید نہیں ہے اس نے کہا۔ نہیں میں سید ہوں۔ اس کے متعلق وہ گواہ لایا۔ اس گواہ سے جب عدالت میں پوچھا گیا۔ کہ کیا واقعہ میں یہ سید ہے؟ تو اس نے کہا۔ کہ واقعی یہ سید اور ہمارے آنکھوں دیکھے سید ہیں۔ اس سے پوچھا گیا۔ کہ آنکھوں دیکھے سید کا کیا مطلب ہے۔ تو اس نے کہا۔ کہ ہمارے ملک میں ایک تو وہ سید ہیں۔ جو ہمیشہ سے کہلاتے آتے ہیں۔ کہ ہم سید ہیں۔ ان کی نسبت تو ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ کہ وہ سید ہیں یا نہیں۔ لیکن ان کے تو آبا جان نے ہمارے سامنے سید ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ہم ان کا اعتبار کریں یا ان کا۔ تو غیر احمدی لوگ خود

ایسا اسلام پیش کرتے ہیں۔ جو بالکل جدید اور نیا ہے۔ لیکن اعتراض ہم پر کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے نیا اسلام بنا لیا ہے۔ ہمارا نیا اسلام نہیں۔ بلکہ وہی پرانا ہے۔ جسکو تیرہ سو سال گذر گئے ہیں۔ پس ہم پر یہ الزام تو لگایا جاسکتا ہے۔ کہ یہ ہمیں تیرہ سو سال پیچھے لے جانا چاہتے ہیں۔ اور وہی پرانا اسلام منواتے ہیں۔ جس سے بمشکل پیچھا چھڑایا تھا۔ لیکن ہم پر یہ الزام ہرگز ہرگز نہیں لگایا جاسکتا۔ کہ ہم کوئی نیا اسلام منواتے ہیں۔ تو یہ بات خوب یاد رکھو۔ تمہیں بہت لوگ ایسے ملیں گے جو کہیں گے۔ کہ تم نے نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ لیکن تم دل میں یہ سمجھ لو۔ کہ ہم نے کوئی نیا دین اختیار نہیں کیا۔ بلکہ ہمارا وہی دین ہے۔ جو قرآن کریم میں ہے۔ اگر کوئی تمہیں کہے۔ کہ تم نے نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ اور مرزا صاحب نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے۔ تو اُسے کہو کہ یہ جھوٹ ہے۔ ہاں اگر تم الزام ہی لگانا چاہتے ہو۔ تو یہ لگا لو۔ کہ مرزا صاحب نے تیرہ سو سال کا پہلا مذہب پھر دنیا کے سامنے لا رکھا ہے یہ الزام ان کے نزدیک الزام ہو۔ تو ہو لیکن ہمارے نزدیک یہ کوئی الزام نہیں۔ بلکہ اسی کو ثابت کرنا ہمارا کام اور غرض ہے۔ پس تم کسی کے فریب میں نہ آؤ۔ جو ایک شخص جو ایسا کہنے والا ہے۔ اُسے خوب کھول کر سنادو۔ کہ تم میں اور ہم میں فرق ہی یہی ہے۔ کہ تم نے ایک نیا مذہب بنا رکھا ہے۔ اور ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ وہی پرانا مذہب ملا ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دُنیا کے لئے نازل کیا تھا۔ تمہارے ایمان کمزور نہیں بلکہ بالکل نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ اور تم نے اپنی روزی کمانے کے لئے الگ الگ فریق قائم کر کے نئے نئے مسئلے گھڑ لئے ہیں۔ جب تمہارے پاس مال و اموال نہ رہے۔ تو تم نے اپنے اور اپنے ساتھ والوں کے دلوں کو اسطرح تسلی دے لی۔ کہ امام مہدی آئیگا۔ اور وہ آکر غیر مذاہب کے سب لوگوں کا مال و اسباب چھین کر ہمیں دے جائے گا۔ پھر جب تم ہر ایک جگہ ذلیل اور رسوا ہو گئے۔ تو تم نے اسطرح اپنا دل خوش کرنا چاہا۔ کہ حضرت مسیح آئیں گے۔ اور تم دنیا کی بادشاہت ہمیں دے جائیں گے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر تمہارے ان تمام خیالات کو باطل کر دیا۔ اور اصل اسلام پیش کیا۔ پس ہم پر نئے دین کے ایجاد کرنے کا الزام نہیں آتا بلکہ تم پر ہی آتا ہے۔

پچھلے سال میں نے خدا تعالےٰ۔ ملائکہ۔ انبیاء اور کتب وغیرہ کے متعلق بتایا تھا۔ لیکن آج میں ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں۔ یہ تو تم خوب یاد رکھو۔ کہ حضرت مسیح موعود نے کوئی نیا دین نہیں بنایا بلکہ وہی پرانا دین اپنے اصلی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن جب لوگوں کے سامنے یہ بات پیش کی جائے۔ تو کہدیتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے پرانا دین کسطرح پیش کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کو انہوں نے وفات یافتہ قرار دے لیا ہے۔ اپنے آپ کو نبی اور مسیح موعود کہتے ہیں پھر یہ پرانا اسلام کسطرح ہوسکتا ہے؟

طلباء کی دماغی حالت

اس کے متعلق مختلف دلائل دئے جاسکتے ہیں۔ کچھ قرآن کریم سے کچھ احادیث سے کچھ عقل سے اور کچھ آئمہ کے اقوال سے۔ مگر تمہارے ذہن ان تمام دلائل کو کہاں برداشت کر سکتے ہیں۔ کہ میں تمہارے سامنے ان کو بیان کروں۔ اس لئے میں ان کو بیان نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ تمہاری طاقت سے بڑھ کر ہیں۔ اور آجکل کے دماغ کوئی ایسے اعلیٰ نہیں رہے۔ کہ اس عمر میں ایسی باتیں یاد رکھ سکیں۔ اس کی وجہ آجکل کے طریقہ تعلیم کی خرابی ہے۔ مجھے ڈارون پر حیرت آتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بندر سے ترقی کرتے کرتے انسان بنا ہے۔ لیکن میں نے اکثر لڑکے ایسے دیکھے ہیں۔ کہ اگر آج ڈارون زندہ ہوتا۔ تو کہتا۔ کہ آدمی سے تنزل کرتے کرتے بندر بنے ہیں۔ آجکل اندر ہی اندر لڑکوں کی ایسی صحت خراب ہو رہی ہے۔ کہ زمانہ طالب علمی میں ہی بیسیوں بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں کوئی مدقوق ہو جاتا ہے کوئی مسلول ہو جاتا ہے کوئی کسی اور بیماری میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کہاں ان دلائل کو یاد رکھا جاسکتا ہے۔ اس لئے میں تم کو ایک گر بتاتا ہوں جسکو میں نے کثرت سے استعمال کر کے اس بات کا پورا پورا تجربہ حاصل کر لیا ہے۔ کہ جہاں بھی اسے استعمال کیا جائے۔ بڑی کامیابی ہوتی ہے۔

کامیابی کا گُر

مجھے حضرت خلیفہ اول اپنے زمانہ خلافت میں بعض جگہ بھیج دیتے۔ وہاں جا کر مجھے لیکچر دینا پڑتا۔ میری عادت ہے۔ کہ جو لیکچر میں پہلے دے چکوں۔ وہی دوسری دفعہ نہیں دے سکتا گر دیا گیا کہ بعض جگہ کے لوگ ایسے اجڈ اور کم علم اور کم عقل ہوتے ہیں۔ کہ جب تک نہایت آسان اور موٹے طریق سے انہیں نہ سمجھایا جائے۔ وہ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اس لئے میں نے ایک ایسا مضمون سوچا۔ کہ جسے ایک زمیندار جو بالکل ان پڑھ اور جاہل ہو۔ اور ایسے علاقہ کا رہنے والا ہو۔ جہاں کے مولوی اور ملانے چھریاں پڑھوا کر رکھ چھوڑتے ہیں۔ وہ بھی سمجھ لے۔ ہمارے ملک میں بعض ایسے علاقے بھی ہیں۔ کہ وہاں کے مولوی اور امام مسجد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بھی نہیں جانتے۔ اس لئے وہ جانور وغیرہ ذبح کرنے کے لئے اپنی چھریوں پر کسی سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھوا کر رکھ چھوڑتے ہیں۔ جب کبھی انہیں جانور ذبح کرنے کی ضرورت پڑے۔ تو اسی چھری سے کرتے ہیں۔ دوسری استعمال نہیں کرتے۔ تو جہاں کے مولویوں کا یہ حال ہو۔ وہاں کے دوسرے لوگوں کی نسبت سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ وہ اسلام کے متعلق کسقدر واقفیت رکھتے ہوں گے۔ اور کہاں تک اسلامی مسائل کے سمجھنے کے اہل ہوں گے۔ لیکن میں نے ایسا مضمون تیار کیا کہ ایسے لوگ بھی سمجھ جائیں۔ اس وقت میں تمہیں بھی وہی بتاتا ہوں۔ کیونکہ تم بھی ذرا مشکل باتیں نہیں سمجھ سکتے۔ اور اگر سمجھ لو۔ تو پھر یاد نہیں رکھ سکتے۔ میں نے اس مضمون کا خدا کے فضل سے بہت اثر دیکھا ہے۔

آنحضرت صلعم کی شان مبارک

غیر احمدیوں کے ساتھ جو ہمارا اختلاف ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے ایک موٹا گر ہے۔ اس کو اگر سمجھ لو۔ تو پھر کسی لمبی چوڑی تحقیقات کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جو درجہ قرآن کریم یا آپکے اقوال کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ ایسا ہے۔ کہ مسلمانوں کی کسی جماعت اور کسی فرقہ کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ سنی۔ شیعہ۔ حنفی شافعی وغیرہ سب آپکے درجہ اور فضیلت کے قائل ہیں۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایسی شان میں پیش کیا ہے کہ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ حتّٰی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ دنیا میں انسان کے لئے بڑے سے بڑا معیار فضیلت کیا ہے۔

ہیں کہ وہ خدا کا پیارا ہو جاوے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔ کہ ہمیں یہ رسول اتنا پیارا ہے۔ کہ اس کے غلام بھی ہمارے محبوب ہو جاتے ہیں۔ پس سمجھ لو۔ کہ جس کے متبع اور غلام بھی خدا کے محبوب ہو جاتے ہیں۔ وہ خود کتنی شان کا رسول ہوگا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نسبت فرماتے ہیں۔ انا سید ولد آدم۔ کہ آدم کی اولاد سے جتنے بچے پیدا ہوئے ہیں۔ میں ان سب کا سردار ہوں۔ ان میں حضرت ابراہیم حضرت موسیٰؑ حضرت عیسےٰؑ وغیرہ سب شامل ہیں۔ یعنی تمام انبیاء کے آپ سردار ہیں۔ پھر قیامت کے دن سب سے بڑے اور پہلے شفیع آپ ہی ہوں گے۔

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے

غرض اللہ تعالےٰ نے آپ کی عظمت اور شان کو بڑے زور سے بیان فرمایا ہے اور سب نبیوں کا سردار قرار دیدیا ہے۔ اگر واقعہ میں غور کیا جائے۔ تو اس میں کیا شک ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ جب درخت پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو نبی اپنے کاموں سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کے مطابق دیکھو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء میں کسقدر فرق ہے۔ ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پھل آپ کے صحابہؓ تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ کے پھل ان کی جماعت۔ مگر ان دونوں میں دیکھو کسقدر فرق ہے۔

آنحضرت صلعم اور حضرت موسیٰؑ کے صحابہ میں فرق

حضرت موسیٰ کے صحابہؓ کو جب جنگ کا موقعہ پیش آیا۔ تو باوجود اس کے کہ انہوں نے بڑے بڑے نشان دیکھے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کو کہدیا۔ اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ کہ تو اور تیرا رب جا کر ان سے لڑتے پھرو۔ ہم تو یہ بیٹھے ہیں۔

یہ حضرت موسیٰ کی چالیس سال محنت اور مشقت کی تیار کردہ جماعت تھی۔ لیکن ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو دیکھو۔ مہاجرین تو الگ رہے۔ جو پندرہ سالہ جماعت تھی۔ انصار جنہیں صرف دو ہی سال مسلمان ہوئے گذرے تھے۔ اور جن کو رسول کریمؐ نے کہدیا ہوا تھا۔ کہ اگر مدینہ سے باہر جا کر لڑنے کا موقعہ پیش آئے۔ تو تمہیں لڑنے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہاں اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو۔ تو پھر تمہیں مقابلہ کے لئے ہمارے ساتھ شامل ہونا ہوگا اسلئے وہ باہر جا کر لڑنے کے پابند نہ تھے۔ پھر وہ صرف دو سال مومن تھے۔ اور رسول کریمؐ کی صحبت میں صرف ایک سال اور کچھ مہینے ہی انھوں نے گذارے تھے ان کو ایک موقعہ پر جب رسول کریمؐ مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔ کہ مہاجرین تو جنگ کے لئے جائیں گے۔ تم بتاؤ۔ تمہاری کیا مرضی ہے۔ تو یہ سنکر ایک انصاری کھڑا ہو کر جواب میں کہتا ہے۔ کہ یا رسول اللہ ہم حضرت موسےٰ کے لوگوں کی طرح آپ کو یہ نہیں کہیں گے۔ کہ اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔

اس جواب پر غور کرو۔ اور دیکھو۔ کہ اگر حضرت موسےٰؑ کو شکست ہوتی۔ تو ان کی تمام قوم کی قوم مصیبت میں پھنس جاتی۔ کیونکہ جو حضرت موسےٰؑ کا دشمن تھا۔ وہ صرف انہی کا نہ تھا۔ بلکہ موسیٰؑ کی ساری جماعت کا تھا۔ اسلئے اگر وہ حضرت موسیٰؑ کو شکست دے دیتا تو ساری قوم کو ہی گرفتار کر لیتا۔ لیکن کفار مکہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ انصار کے نہیں تھے بلکہ انہیں تو کہتے تھے۔ کہ تم اس کو چھوڑ دو۔ اور ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ پس اگر وہ ایسے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے۔ تو نہ صرف یہ کہ دشمن کی تکلیف سے بچ جاتے بلکہ فائدہ بھی اٹھاتے۔ مگر حضرت موسیٰ کی قوم ان کے شکست کھانے سے کبھی نہیں بچ سکتی تھی تو دونوں قوموں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک تو وہ ہے کہ جس جرنیل کے ساتھ لڑنے سے انکار کرتی ہے۔ اس کے مرنے کے ساتھ اس کی موت ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ اسے کہتی ہے۔ کہ جا تو اور تیرا رب جا کر لڑو۔ ہم نہیں لڑیں گے۔ اور دوسری وہ قوم ہے جسے اپنے سردار کے لڑے جانے سے بظاہر کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ دشمن کہتا ہے۔ کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ تا ہم بھائی بھائی بن جائیں۔ اور فساد اور جھگڑے مٹ جائیں۔ اور آزاد ہو کر زندگی بسر کریں۔ مگر وہ قوم ایک سال صحبت پانے اور ایسے حالات کے ہونے کے باوجود یہ جواب دیتی ہے کہ ہم موسیٰ کے صحابہ کی طرح نہیں۔ کہ کہیں۔ اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ بلکہ ہم وہ ہیں۔ جو تیرے دائیں بھی لڑیں گے۔ اور بائیں بھی۔ آگے بھی لڑینگے اور پیچھے بھی۔ اور جب تک کہ ہماری لاشوں پر سے دشمن نہ گذرے گا۔ آپ تک نہیں پہنچ سکیگا۔

اس ہمت اور جرأت پر غور کرو۔ ایک صحابی کہتا ہے۔ میں تیرہ جنگوں میں شامل ہوا ہوں۔ اور کسی جنگ میں بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا۔ مگر کاش میں کسی جنگ میں بھی شامل نہ ہوتا۔ اور یہ فقرہ میرے منہ سے نکلتا۔ کہ ہم موسےٰ کے صحابہ کی طرح اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ نہیں کہینگے۔ بلکہ تیرے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے۔ گویا اس فقرہ کے کہنے پر بھی صحابہؓ رشک کیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح کے صحابہؓ میں فرق

حضرت مسیح کے لوگوں کی جو حالت تھی۔ وہ بھی ظاہر ہے۔ جب ان کو پکڑا گیا۔ تو باوجود اس کے کہ ان کے خلاف کوئی حکم نہ تھا۔ مگر ان میں سے وہ جس کو حضرت مسیح نے کہا تھا کہ پطرس تو میری بھیڑیں چرائیو۔ اور جس کو پہلے سے ہی حضرت مسیح نے کہدیا تھا۔ کہ مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کریگا۔ اور اس نے کہا تھا۔ کہ یہ کسطرح ممکن ہے۔ کہ مجھ کو چھوڑ دوں جس سے کہ ایمان پایا ہے۔ مگر جب وقت آیا۔ تو ملاکہ نہ کوئی جنگ تھی۔ نہ لڑائی۔ صرف لوگ اکٹھے تھے۔ اور انہیں میں پطرس جی بیٹھا تھا۔ تو ایک لونڈی نے اس کے پاس آکے کہا۔ تو بھی یسوع جلیلی کے ساتھ تھا۔ پر اس نے سب کے سامنے انکار کرکے کہا۔ میں نہیں جانتا۔ کہ تو کیا کہتی ہے۔ پھر جب وہ اسارے کی طرف باہر چلا۔ ایک دوسری نے اسے دیکھ کر ان سے جو وہاں تھے۔ کہا۔ کہ یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا۔ تب اس نے قسم کھا کے پھر انکار کیا۔ کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے جو وہاں کھڑے تھے۔ پطرس کے پاس آکے کہا بے شک تو بھی انہیں سے ہے۔

کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے۔ تب اسنے لعنت بھیجکر اور قسم کھاکر کہا۔ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ وہیں مرغ نے بانگ دی۔ تب پطرس کو یسوع کی بات یاد آئی۔ جو اس نے اس سے کہی تھی۔ کہ مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا۔ وہ باہر جاکر زار زار رویا"۔

آنحضرت صلعم کی اتباع

یہ تو دوسرے انبیاء کے لوگوں کا حال ہے۔ اس کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس آپ کی یہ شان اور یہ عظمت ہے۔ کہ ایک طرف تو آپنے خدا تعالےٰ کے جلال اور عظمت کو ایسا ظاہر کیا۔ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن بنالیا۔ اپنے بیگانے ہوگئے۔ وطن سے بے وطن ہوگئے۔ مگر خدا تعالےٰ کے جلال کے اظہار سے باز نہ آئے۔ یہ تو آپ کا کام ہے۔ ادہر خدا تعالےٰ آپ کی نسبت فرماتا ہے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم اللہ سے پیار اور محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ کہ تم اس رسول کی اتباع کرو۔ اس سے نہ صرف یہ ہوگا۔ کہ تم خدا سے پیار کروگے۔ بلکہ یہ ایک ایسا گر ہے۔ کہ تم خدا کے پیارے اور معشوق بن جاؤگے۔ عاشق سے معشوق کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ کہ یہ ایک ایسا گر ہے۔ کہ جس سے نہ صرف تمہارے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے دل میں بھی تمہاری محبت پیدا ہو جائے گی۔

یہ عظمت اس رسول کی خدا تعالےٰ بیان فرماتا ہے پھر اس کے حالات کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی محبت اور الفت میں ایسا چور تھا۔ کہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اس شان کا جو انسان ہے۔ اسکے ماننے والوں کا اسکے متعلق کوئی ایسا عقیدہ رکھنا جس سے اس کی ہتک ہو۔ کبھی عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اسکے متبع کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ اور جس کے سارے اقوال حرکات۔ اور سکنات خدا تعالےٰ کے لئے تھے۔ اور جس نے اللہ تعالےٰ کے لئے دنیا کا آرام حرام کر رکھا تھا۔ جسے دنیا کی کوئی لذت کوئی سرور اور کوئی عیش خیال میں بھی نہ آتا تھا۔ جو خدا کے دین کے لئے ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزاروں دفعہ مر کر جیا۔ اور جو سب سے زیادہ رحیم اور کریم تھا۔ اور جو احسانوں کی قدر کرنے والا تھا۔ کیا ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اس انسان کی محنتوں اور مشقتوں کو اکارت کر دے۔ اور اس کی ہتک کرولے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہو۔ تو خدا کی خدائی میں فرق آجاتا ہے۔ پس یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی۔ کہ کوئی ایسا عقیدہ جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہو۔ آپکے ماننے والا کوئی نہیں رکھ سکتا۔ اگر رکھتا ہے۔ تو وہ جھوٹا ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں۔ یہ صرف نحو کی بحثیں مولویوں پر چھوڑ دو۔ وہ شخص جس کی سمجھ موٹی ہے۔ اور جو قرآن بھی نہیں جانتا۔ اسکو ہم کہتے ہیں۔ وہ یہ تو جانتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے سب انبیاء پر آپ کو فضیلت حاصل ہے۔ آپ کی ساری عمر خدا تعالےٰ کے جلال کے اظہار میں صرف ہوئی ہے۔ پھر کیا یہ بات عقل مان سکتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ایسے انسان کو نعوذ باللہ ذلیل ہونے دے۔ یہ نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔ پس جب یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ باقی مسائل پر کوئی لمبی چوڑی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف یہی دیکھ لو۔ کہ جو دعوےٰ کیا جاتا ہے۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے۔ یا عزت۔ اگر ہتک ہوتی ہے تو وہ دعوےٰ باطل ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے حضور آپ کی جو عظمت اور شان ہے۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے کسطرح ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی ایسا عقیدہ درست ہو۔ جس سے آپ کی ہتک ہو۔ وہ ضرور ہی باطل ہوگا۔ اس کے سمجھنے کے لئے کسی علم کی ضرورت نہیں۔ بہت موٹی بات ہے۔ اور اگر کسی دعوےٰ سے آپ کی عزت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ تو اس کے درست ماننے میں کوئی انکار نہیں ہونا چاہئیے۔

مسئلہ وفات مسیح سے آنحضرت صلعم کی ہتک ہے یا عزت

اس بات کو مد نظر رکھ کر اس اختلاف کو جو ہم میں اور غیر احمدیوں میں ہے دیکھنا چاہیئے۔ ایک بہت بڑا مسئلہ وفات مسیح کا ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ حضرت مسیح فوت ہوگئے ہیں۔ اور غیر احمدی کہتے ہیں۔ زندہ ہیں۔ اس کے متعلق ہم کہتے ہیں۔ کہ دیکھو۔ کونسے عقیدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ اور کونسے عقیدہ سے آپ کی ہتک ہوتی ہے۔

یہ ایک ثابت شدہ بات ہے۔ کہ زندہ مردے سے بہرحال اچھا ہوتا ہے۔ اور اسی کو بچانے کی کوشش کی جاتی ہے جو دنیا کے لئے مفید اور فائدہ رساں ہو۔ ایک تو انسان کی عمر طبعی ہوتی ہے۔ اس کے اندر اندر کسی کے لئے زندہ رہنے کی کوشش کرنا ایک اور بات ہے۔ لیکن جب کسی انسان کو عمر طبعی سے گذر کر خاص طور پر زندہ رکھا گیا ہو۔ تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا۔ کہ گویا وہ ان سب سے زیادہ مفید اور نفع دہ ہے۔ جن کو عمر طبعی گذرنے پر زندہ نہیں رکھا گیا۔ اس بات کو ذہن میں رکھ کر جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تو سب مسلمان وفات یافتہ تسلیم کرتے ہیں لیکن حضرت مسیح کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ وہ انیس سو سال سے برابر زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ اس قدر لمبی عمر کسی انسان کی نہ آج تک ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ حد سے حد ۱۵۰ سال تک کی عمر دیکھی گئی ہے۔ حضرت نوح ؑ کی عمر جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ وہ ایک اور رنگ کی عمر ہے۔ انکی عمر درحقیقت انکی قوم اور جماعت کی عمر ہے۔ تاریخ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو پونے دو سو کے قریب قریب عمر ہوتی ہے۔ مگر حضرت مسیح کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ انیس سو سال تک زندہ بیٹھے ہیں۔ اور اگر آج ہی اتر آئیں۔ تو چالیس سال اور زندہ رہیں گے۔ گویا حضرت مسیح کی اسوقت ہی اتنی عمر قرار دی جاتی ہے کہ عام عمر سے بیس گنا زیادہ ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح کو اسقدر غیر معمولی عمر دینے میں حکمت اور مصلحت کیا تھی۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ ان کو اس قدر عرصہ تک زندہ رکھنے کی یہ غرض ہے۔ کہ تا وہ آخری زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ آئیں۔ اور آکر آپ کی اُمت کی اصلاح کریں۔ اسی مقصد اور مدعا کے لئے انہیں خدا تعالیٰ نے موت سے بچاکر زندہ رکھا ہوا ہے۔ لیکن اس بات کے ماننے سے یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس قابل نہ تھے۔ کہ آپ کو اسطرح زندہ رکھا جاتا۔ اور دوبارہ دنیا میں بھیجا جاتا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے آپسے وعدہ بھی فرمایا تھا۔ مگر حضرت مسیح کو تو زندہ رکھا۔ اور آپ کو ۶۳ سال کی عمر میں وفات دیدی۔ اور آپ اسی زمین پر دفن کئے گئے ❖

دہوکہ خوردہ انسانوں کا انجام

ہزاروں مسلمان اسی عقیدہ میں پھنس کر عیسائی ہوگئے ہیں۔ عیسائی انہیں اسطرح دہوکہ دیتے ہیں۔ کہ تم کہتے ہو۔ سب نبیوں سے ہمارا نبی بڑا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ ہاں عیسائی کہتے ہیں۔ پھر جو تمہارے نبی سے بڑا ہو۔ وہ تو خدا ہوا۔ کہتے ہیں کہ ہاں۔ وہ کہتے ہیں۔ اچھا تمہارا نبی زندہ ہے یا فوت ہوگیا۔ کہتے ہیں فوت ہوگیا۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ مُردہ ہیں یا زندہ۔ کہتے ہیں۔ زندہ اور آسمان پر بیٹھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ پھر بتاؤ۔ تمہارے نبی سے مسیح کی شان بلند ہوئی کہ نہ۔ اس پر بیچ میں پڑکر انہیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہاں بلند ہوئی۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ جب تمہارے نبی سے جو تمام نبیوں سے بڑا ہے۔ مسیح کی شان بلند ہے۔ تو پھر وہ نبی تو نہ ہوا۔ بلکہ خدا ہوا۔ اور خدا کا بیٹا ہوا۔ کیوں یہ درست ہے یا نہ۔ اس کا جواب انہیں ہاں میں ہی دینا پڑتا ہے ❖

حیات مسیح کے ماننے میں خدا تعالیٰ کی ہتک ہے

تو حضرت مسیح کے زندہ ماننے کا ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جس کو سنکر رونگٹے کھڑے ہوجانے چاہیئیں۔ اور ماتم کرنا اور رونا چاہیئے۔ کہ ہمارا عظیم الشان نبی تو فوت ہوگیا۔ اور اُسے زمین میں دفن کردیا گیا۔ لیکن انکی جگہ بھیجنے کے لئے خدا تعالےٰ نے انیس سو سال سے حضرت مسیح کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ کہ وہ آکر ہماری اصلاح کریگا۔ حالانکہ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ کہ پرانی چیز کو آیندہ کام میں لانے کے لئے سنبھال کر وہی رکھتا ہے۔ جو نادار اور مفلس ہوتا ہے۔ ایک غریب کی اگر کچھ روٹی کھانے سے بچ رہے۔ تو وہ اُسے رومال میں لپیٹ کر رکھ چھوڑتا ہے۔ کہ رات کو کھاؤں گا۔ لیکن اُمراء اس طرح نہیں کرتے۔ تو حضرت مسیح کو زندہ ماننے کے عقیدہ میں نہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی بھی ہتک ہے۔ کہ اس سے بڑی مشکلوں سے کہیں ایک مسیح ابن مریم بن گیا تھا۔ چونکہ اُسے یہ ڈر تھا کہ شاید پھر کبھی ایسا بن نہ سکے۔ اس لئے اسی کو سنبھال کر رکھنا چاہیئے۔ تاکہ وقت پڑے کام آئے یا جسطرح پیشہ ور اگر کوئی اچھی چیز بنا لیتے ہیں۔ تو اسے نمونہ کے طور پر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے بھی حضرت مسیح کو بطور نمونہ کے اپنے پاس رکھ لیا۔ کہ اس کو دیکھکر آیندہ بناؤں گا

مدد کا طالب کمزور ہوتا ہے نہ کہ طاقتور

پھر دیکھو۔ کبھی کوئی طاقتور یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ دوسرے سے مدد لے۔ اور جو مدد لیتا ہے وہ طاقتور نہیں۔ بلکہ کمزور ہوتا ہے۔ تم مدرسہ میں پڑھتے ہو اسلئے اس بات کو خوب سمجھ سکتے ہو۔ کہ اگر تم خود بخود کوئی سوال حل کرلو۔ تو کیا تمہارا دل چاہتا ہے۔ کہ دوسرے کے پاس پوچھنے کے لئے جاؤ۔ لیکن یہ تسلیم کرکے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح کے لئے آئینگے۔ ماننا پڑتا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منت کہیں گے کہ آپ میری اُمت کو سنبھالیں۔ اور اسکی اصلاح کریں۔ چھوٹے چھوٹے لوگوں میں غیرت ہوتی ہے۔ اور وہ دوسروں کی مدد لینے سے حتی الامکان پرہیز کرتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت مسیح کو اپنی مدد کے لئے بلائینگے۔ اس سے سمجھ لو۔ کہ اسکی کس قدر ہتک ہوتی ہے ❖

ہاں آپکے خدام میں سے اگر کوئی آپ کی اُمت کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوجائے۔ تو یہ آپ کی عزت کا موجب ہوگا۔ کیونکہ نوکر کا کام دراصل اس کے آقا کا ہی کام ہوتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح کو زندہ ماننا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی اصلاح کے لئے لانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہتک ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی بھی۔ اور پھر حضرت مسیح کی بھی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواہ کتنے ہی بڑے نبی ہوں۔ مگر حضرت مسیح نے اپنے طور پر نبوت پائی تھی۔ لیکن ان کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ انہیں ایک امتی کے درجہ پر رکھا جائیگا۔ گویا انہیں اتنے سال رکھنے کا یہ بدلہ ملیگا۔ تو اس عقیدہ سے ان سب کی ہتک ہوتی ہے۔ پھر اس کو صحیح اور درست کسطرح کہا جاسکتا ہے ❖

مسئلہ نبوت

اسی طرح نبوت کا مسئلہ ہے۔ اس میں بھی دیکھ لو۔ اگر اُمت محمدیہ میں سے کوئی نبی ہو۔ تو اس میں رسول کریم کی ہتک ہے۔ یا اگر ہو تو ہتک ہے۔ آپ کی اُمت میں نبی نہ ہونے کے تو گویا یہ معنی ہیں۔ کہ آپ کی اُمت میں کوئی کامل فرد نہ ہوگا۔ یہ بات اگر سچ ہے۔ اور ضرور سچ ہے۔ کہ نبی کا درجہ اُمتی سے بڑا ہوتا ہے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ اُمت محمدیہ میں سے کسی کو بھی وہ درجہ حاصل نہیں ہوا۔ جو پہلی اُمتوں کے لوگوں کو ہوا کرتا تھا۔ پہلی قوموں کے بگڑنے اور خراب ہونے پر ان کے لئے نبی آتے تھے۔ مگر رسول کریم جو سب سے بڑے اور عالیشان نبی ہیں۔ انکی اُمت کی اصلاح کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ کوئی نبی نہیں بھیجا جائیگا۔ یہ مانا کہ پہلی اُمتوں میں جو نبی آئے تھے۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تھے۔ نہ کہ کسی نبی کے وسیلے سے مگر یہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ انہیں نبی کی اطاعت نبوت کے انعام کی مستحق ضرور بنادیتی تھی۔ اس لئے مانا کہ وہ نبوت پانے میں کسی کے شاگرد نہیں ہوتے تھے۔ مگر انہیں اپنی اُمت کے نبی سے تعلیم ایسی حاصل ہوجاتی تھی۔ کہ وہ نبوت کے مدرسہ میں داخل ہونے کے قابل ہوجاتے تھے۔ مگر اب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اس میں کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ فخر کی بات ہے۔ کہ آپکے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا

حالانکہ یہ فخر نہیں۔ بلکہ ذلت ہے۔ کیا کبھی تم نے اس بات پر فخر کیا ہے۔ کہ ہمارا سکول ایسا ہے۔ کہ کبھی اس کے لڑکے فسٹ ڈویژن میں پاس نہیں ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ تھرڈ ڈویژن میں ہی پاس ہوتے ہیں۔ کبھی نہیں۔ کیونکہ یہ فخر کی بات نہیں۔ بلکہ ذلت اور رسوائی کی بات ہے۔ مگر مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ممبروں پر کھڑے ہو کر روتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہمارے نبی کی ایسی شان ہے۔ کہ اس کی امت میں سے نبوت کا درجہ کسی کو نہیں مل سکتا۔ نبی ایک کامل فرد کو کہتے ہیں۔ گویا ان کے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی کامل فرد نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اس پر فخر کرتے ہیں ؞

نادان دوست

ان مولویوں کی دوستی اسی قسم کی ہے جسطرح کسی انسان سے ریچھ کی تھی۔ کہتے ہیں ایک ریچھ ایک انسان کا دوست تھا ایک دن جبکہ وہ شخص سویا ہوا تھا۔ تو ریچھ اس کے منہ پر سے مکھیاں اڑاتا تھا۔ ایک مکھی کو اڑاتا۔ وہ پھر آبیٹھتی جب دو تین دفعہ اسی طرح اس نے کیا۔ تو ریچھ نے ایک پتھر کی سل اٹھا کر اس کے سر پر دے ماری۔ تاکہ مکھی کو مار دے۔ اس طرح اس شخص کی جان بھی ہوا ہو گئی۔ تو آج کل کے مولوی رسول کریم کے ایسے ہی دوست ہیں۔ بجائے اس کے کہ رسول کریم کی شان اور عظمت کا اظہار کریں۔ الٹا ہتک کرتے ہیں۔ اور جس طرح وہ ریچھ پتھر مار کر خوش ہو گیا تھا۔ کہ اب تو مکھی بیٹھے ۔اسی طرح یہ نبوت کا دروازہ بند کر کے خوش ہوتے ہیں۔ کہ اب کوئی اسے کھولے تو سہی۔ اور کوئی نبی تو آئے۔ مگر اسطرح انہوں نے گویا دوسرے لفظوں میں یہ مان لیا ہے۔ کہ رسول کریم صلعم جو سب سے بڑے استاد تھے۔ ان کے شاگرد دوسروں کی نسبت کمزور ہیں۔ اور یہ اس بات کی علامت ہے۔ کہ استاد ہی نکما ہے۔ حالانکہ رسول کریم فرماتے ہیں۔ کہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کرونگا۔ کیا رسول کریم اس بات پر فخر کریں گے۔ کہ کوئی نبی مجھے اپنی امت میں نظر نہیں آتا۔ یہ تو کوئی فخر کی بات نہیں ہے ؞

پس تم لوگوں کو یہ موٹی موٹی باتیں سمجھا سکتے ہو اور وہ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ حضرت موسیٰؑ تو یہ کہیں گے کہ گو میرے ذریعہ کوئی نبی نہیں ہوا۔ مگر میری امت میں اور میرے شاگردوں میں ایسی قابلیت کے لوگ ضرور ہوئے ہیں۔ جنہیں خدا تعالےٰ نے نبی بنا دیا ہے۔ مگر آنحضرت صلعم کہیں گے۔ کہ میری امت میں سے کسی میں اتنی بھی طاقت نہ تھی۔ کہ نبوت کا مستحق ہو سکتا یہ عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو جائیں۔ اور روئیں۔ کہ ہم سب سے بدتر امت قرار دئے گئے ہیں۔ کیونکہ پہلی امتوں کو نبوت کا انعام مل سکتا تھا۔ لیکن ہم کو اس سے محروم کر دیا گیا ہے ؞

ہم کیا کہتے ہیں

اس کے مقابلہ میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا نبی ایسا ہے۔ کہ وہ خود پکڑ کر نبوت کے درجہ پر کھڑا کر دیتا ہے حضرت موسیٰؑ کے امتی نبی نہ تھے۔ کیونکہ جب ان میں سے کوئی نبوت کے درجہ پر کھڑا کیا جاتا۔ تو وہ امتی ہونے کے مقام سے اعلیٰ ہو جاتا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ درجہ ہے۔ کہ آپکے ذریعہ جب کوئی نبی بن جائے۔ تو بھی وہ آپ کا غلام ہی رہتا ہے۔ پس ہمارا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کیا ہے۔ کہ آپ پر نبوت ختم نہیں ہو گئی۔ بلکہ آپ خود اپنے امتی کو نبوت کے مقام پر پہنچاتے ہیں۔ اب بتاؤ یہ وہ مقام ہے۔ جس کی نسبت کہا گیا کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یا وہ کہ آپ کی امت کا کوئی نبی نہیں ہو سکتا ؞

تو اس طرح سب مسائل کو دیکھو۔ جو بات ہم پیش کرتے ہیں۔ اس سے رسول کریم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ یا اس سے جو وہ پیش کرتے ہیں۔ ہر ایک عقلمند اور دانا اس طریق کو سنکر یہی کہیگا۔ کہ جو عقیدہ جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ اسی سے آنحضرت صلعم کی عظمت اور شان ظاہر ہوتی ہے۔ پس اگر تم اس طرح دینی مسائل کو لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ تو کوئی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور تم ہی کامیاب ہو گے ؞

حرمتِ خمر

ایک صاحب لکھتے ہیں۔ کہ بابت تحریم خمر ہم میں تنازعہ ہے۔ کچھ تو کہتے ہیں۔ کہ ابتداء عہد نبوت آنحضرت میں شراب کا استعمال جائز تھا۔ بعض صحابہؓ استعمال کرتے رہے ہیں۔ اور بعد میں جا کر حرام ہوئی ہے۔ نیز پہلے انبیاءؑ کے وقت بھی اسکا استعمال جائز تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ شروع ہی سے اسکا استعمال ناجائز تھا۔ اور صحابہ رضی کرام نے بعد قبول اسلام کبھی شراب نہیں پی ؞

اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن کریم میں ممانعت خمر (شراب) کا ذکر مدنی سورتوں میں ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ کم از کم مکی زندگی میں اسکی حرمت نازل ہوئی تھی۔ اور احادیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شراب کی حرمت مدینہ میں ہوئی۔ اور صحابہؓ نے اپنے اپنے گھروں میں جا کر شراب کے مٹکوں کو توڑ دیا۔ اور شراب گلی کوچوں میں بہ پڑی۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ابتدائے عہد نبوت میں اس کا استعمال ناجائز نہ سمجھا گیا تھا۔ پھر مکی زندگی میں حضرت حمزہ کے شراب کے استعمال کا ذکر ہے۔ جبکہ انہوں نے نشے میں حضرت علیؓ کی اونٹنیوں کی کوہانیں کاٹ ڈالی تھیں۔

ہاں اس سے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس وقت شریعت اسلام کی رو سے شراب کا استعمال جائز تھا

انبیاء علیہم السلام کا طریق ادب یہ ہے۔ کہ وہ اس وقت تک کوئی شرعی حکم اپنی طرف سے قائم نہیں کرتے۔ جب تک کہ ان پر خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی بات کے متعلق اوامر و نواہی کے احکام نازل نہ ہوں۔ اگرچہ لوگوں میں اپنی طبیعت کے خلاف رسوم کا رواج دیکھیں۔ ہاں انبیاء علیہم السلام کو چونکہ طبعاً اور فطرتاً ناپاک اشیاء سے نفرت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ خود ایسے کسی فعل سے اپنے دامن تقدس کو ملوث نہیں ہونے دیتے۔ اور صرف اس لئے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی ممانعت ابھی تک نازل نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طرف سے کسی ایسے مکروہ کام سے جسکا پہلے سے ان میں رواج چلا آتا ہو

کسی کو نہیں رہ گئے۔ گو اسلام سے پہلی شریعت موسوی میں شراب کی حرمت موجود تھی۔ چنانچہ بائیبل بھی اس کی گواہ ہے۔ احبار باب ۱۰ آیت ۸ تا ۱۱ میں لکھا ہے۔

"پھر خداوند نے خطاب کر کے ہارون کو فرمایا۔ کہ جب تم جماعت کے خیمے میں داخل ہو۔ تو تم **کوئی چیز جو نشہ کرنے والی ہو نہ پیجیو۔** نہ تو اور نہ تیرے بیٹے۔ تا نہ ہو۔ کہ تم مر جاؤ۔ اور یہ **تمہارے لئے تمہارے قرنوں میں ہمیشہ تک قانون ہے۔** تاکہ تم حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک میں تمیز کرو۔ اور تاکہ تم سارے احکام جن کو خداوند نے موسیٰ کے وسیلے سے تم کو فرمایا ہے۔ بنی اسرائیل کو سکھاؤ۔"

لیکن یہ شریعت صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی تھی جیسا کہ بائیبل کی مندرجہ بالا عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے غیر بنی اسرائیل اس پر عمل نہ کرنے سے کسی مواخذہ میں نہیں آ سکتے تھے۔ اور صحابہؓ بنی اسرائیل میں سے نہ تھے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وھذا کتاب انزلنٰہ مبارک فاتبعوہ ...... ان تقولوا انما انزل الکتاب علےٰ طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغافلین او تقولوا لو انا انزل علینا الکتاب لکنا اھدیٰ منھم کہ قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے اس لئے نازل کی ہے کہ اے مکہ والو! تم یہ نہ کہو کہ توریت تو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف نازل کی گئی ہے۔ اس لئے ہمارا تو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اگر ہماری طرف بھی کوئی کتاب نازل کی جاتی۔ تو ہم بھی ہدایت کی راہ پاتے۔ سو خدا تعالےٰ نے ایک جامع کتاب تمام جہان کے لئے نہ کہ کسی خاص قوم کے لئے جس میں تم بھی شریک ہو۔ نازل فرمائی۔ پس شراب کی ممانعت کا ذکر مکی سورتوں میں نہیں۔ بلکہ مدنی سورتوں میں ہے۔ اور توریت کی حرمت ان کے لئے حجت نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ شریعت بنی اسرائیل کے ساتھ خصوصیت رکھتی تھی۔ اس لئے یہ بات قابل اعتراض نہیں ہو سکتی۔ کہ حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں سے بھی بعض اس کا استعمال کرتے تھے +

فہرست وصایا

۱۱۵۸ ۔ نذیر حسین ولد حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ قوم چوغتہ ساکن بیرون دہلی دروازہ نولکھا لاہور۔ حال قادیان۔ مبلغ ۶۰ روپیہ ماہواری تنخواہ کے آٹھویں حصہ کی وصیت کی ۔

۱۱۵۹ ۔ محمد یعقوب ولد میاں غلام بنوسے شاہ صاحب قوم افغان غلزئی ساکن موضع کڑی افغاناں اپنے مکان قیمتی ۱۲۶ اور اراضی قیمتی ۱۹۹۷ کل ۲۱۲۳ واقعہ موضع کڑی افغاناں شاہ محمد جی غازی کے دسویں حصہ کی وصیت کی ۔

۱۱۶۰ ۔ لال دین ولد عمر بخش قوم جولاہا ساکن قادیان اپنی موجودہ نقدی مبلغ ۱۵ روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت کی ۔

۱۱۶۱ ۔ وزیر محمد ولد نورالدین موچی ساکن دھگ ضلع گجرات تحصیل کھاریاں اپنی جائداد کل قیمتی مبلغ ۷۰۰ کے دسویں حصہ کی وصیت کی ۔

۱۱۶۲ ۔ برکت بیگم زوجہ مرزا غلام اکبر بیگ صاحب قوم مغل ساکن قادیان اپنے زیور قیمتی ۱۰۰ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ۔

۱۱۶۳ ۔ سراج بیگم زوجہ مرزا برکت علی صاحب قوم مغل ساکن قادیان ۔ اپنی جائداد مبلغ ۲۰۰ روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت کی ۔

تصحیح الوصیت

وصیت ۱۱۲۷ اس طرح ہے۔ مسمات محمودہ بیگم عرف سیدجان زوجہ عبدالحکیم صاحب قوم زمیندار چیمہ ساکن عادل گڑھ حال سٹیشن ماسٹر جبرود ۔

فہرست نو مبائعین

بابت ماہ اگست

نام	مقام	نام	مقام
محمد بہاؤ الدین خان	حیدرآباد دکن	محمد بڈو	ضلع گورداسپور
شاہ رخ بی بی	"	نورالدین	"
مغفورہ بی بی	"	مولا بخش	"
بشیرہ بی بی	"	عبداللہ	"
گاموں	کپورتھلہ	امام الدین	"
کرم بی بی والدہ	ملتان	عمرالدین	"
کرم الدین	ملتان	بدرالدین	"
خان محمد	جالندھر	ملکا	"
خدیجہ بی بی	مالابار	ابراہیم	"
محمد اسمٰعیل	سری نگر	محمد امین	ہزارہ
عبدالقدوس	دہلی	محمد ابراہیم	پٹیالہ
		الہ دین	جھنگ

ضرورت

ایک صاحب انٹرنس تک تعلیم یافتہ (انٹرنس فیل) اور لاہور پانیر کمرشل کالج کے فارغ التحصیل کسی دفتر میں ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔ انگریزی میں خاص دلچسپی اور لیاقت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی دوست باہر اپنے حلقہ میں ان کو کہیں ملازم کروا سکتے ہوں۔ تو کوشش فرما دیں خط و کتابت دفتر الفضل کی معرفت ہو۔

میں سفارش کرتا ہوں مرزا بشیر احمد

(ریویو)

تبلیغی کارڈ ۔ برادرم محمد یمین صاحب تاجر کتب قادیان نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور اشتہارات سے اقتباس کر کے کارڈ چھپوائے ہیں جو تبلیغی رنگ میں بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ کارڈ کی دوسری طرف نصف حصہ میں تبلیغی مضمون ہے۔ اور باقی حصہ خالی جہاں مضمون خط لکھا جا سکتا ہے۔ قیمت فی سینکڑہ ۱۲ روپے احباب منگوا کر فائدہ اٹھائیں +